© rasailojaraid.com

اداریہ

ہماری مذہبی روایات اور ہمارا طرزِ عمل

ابھی تقریباً دو ماہ قبل یہ پڑھ کر دکھ ہوا کہ سانگلہ ہل کے مقام پر چند غیر ذمہ دار لوگوں نے مقدس انجیل کے نسخے جلائے، جس پر ہمارے مسیحی بھائیوں نے مطالبہ کیا کہ ہائی کورٹ کے معزز جج سے اس افسوس ناک حادثے کی تحقیق کرائی جائے۔ یہ مطالبہ صحیح اور جائز مطالبہ ہے لیکن ابھی تک یہ پتہ نہیں چلا کہ سرکاری سطح پر اب تک کیا قدم اُٹھایا گیا ہے؟

انہی دنوں یہ خبر بھی آئی تھی کہ منڈی بہاؤ الدین کے ایک قصبہ میں چند آدمیوں کو اپنی عبادت گاہ میں نماز پڑھتے وقت قتل کر دیا گیا۔ ان قتل ہونے والوں کا تعلق احمدیہ گروہ سے ہے۔ افسوس! اس حادثہ کی تحقیق کے بارے میں بھی پھر کوئی خبر پڑھنے میں نہ آئی۔

پاکستانی معاشرے میں جہاں مختلف مذاہب کے لوگ اکٹھے رہتے ہیں، وہاں مذہبی بنیادوں پر فتنہ و فساد کی آگ کا بھڑک اٹھنا انتہائی افسوس ناک حادثہ ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ہم نہ صرف اپنے مذہب کی اخلاقی اور روحانی قدروں کا گہرا شعور نہیں رکھتے۔ بلکہ جن آسمانی کتابوں میں ہمارے پیغمبر آخر الزمان کی آمد کے بارے میں جو بشارتیں دی گئی ہیں، ان سے بھی تغافل برت رہے ہیں۔ توراۃ اور انجیل کا ذکر قرآن مجید میں بار بار آیا ہے۔ قرآن نے دونوں مقدس کتابوں کو ہدایت اور روشنی (ھدی و نور) کا منبع قرار دیا ہے۔ کوئی مسلمان جو قرآن کو پڑھتا ہے توریت اور انجیل کی بے حرمتی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مذہب کے سچے پیروکار دوسرے مذہب کے ماننے والوں سے کبھی بیر نہیں رکھتے اور اختلافِ رائے کے باوجود ملک کا ہر شہری سچائی اور انصاف کے سامنے سر جھکاتا ہے۔ اور اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو وہ اپنے ہی مذہب کی مقدس تعلیمات سے روگردانی کرتا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا ہے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کہ ''کسی گروہ سے تمہاری دشمنی کا یہ معنی نہیں کہ تم اس سے زیادتی کرو۔'' (سورۃ المائدہ:۲)

یہاں اس بات کا تذکرہ شاید بے جا نہ ہوگا کہ پہلی جنگِ عظیم ۱۹۱۴ء میں جب پورے برصغیر ہند و پاک میں برطانوی حکومت کے خلاف تحریکِ خلافت شروع ہوئی تو اس تحریک کے جواز یا عدم جواز پر مولانا محمود حسن دیوبندی سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ میرے رگ و پے میں انگریز دشمنی دوڑ رہی ہے، مجھے ڈر ہے کہ مذکورہ سوال پر جواب دیتے وقت کہیں میرے قدم راہِ انصاف سے نہ ہٹ جائیں۔ اس لیے اس سوال کا جواب کسی دوسرے عالم مثلاً مفتی محمد کفایت اللہ دہلوی یا مولانا حسین احمد (مدنی) سے پوچھیں۔ اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ ذمہ داری کا گہرا شعور اور عدل و انصاف سے مضبوط پیمانِ وفا آدمی کو کس مقام پر پہنچا دیتا ہے۔ شبانی سے کلیمی دو قدم ہے!

واقعہ یہ ہے کہ جہاں معاشرے میں مختلف مذاہب کے ماننے والے رہتے ہوں ان کے مذاہب کا بنیادی تقاضہ یہ ہے کہ سب لوگ امن و آشتی سے رہیں۔ مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے سے نفرت کرنا، لڑنا اور فتنہ و فساد بپا کرنا اپنے ہی مذہب کی نفی کرنا ہے۔ چنانچہ آج پوری دُنیا میں یہودیت، نصرانیت اور اسلام، حضرت ابراہیمؑ کی تعلیمات کے وارث ہیں۔ ان کا بنیادی مقصد قرآن کی نگاہ میں نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا ایک مقدس جذبہ ہے۔ قرآن نے اسے ''فاستبقوا الخیرات'' سے تعبیر کیا ہے، یعنی نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کا جذبہ و شوق۔ (بقرۃ:۱۴۸) ایک دوسری جگہ قرآن نے فرمایا کہ انسانی گروہ میں جو لوگ اپنے آپ کو نصاریٰ (مسیحی) کہتے ہیں، وہ دوستی کے لحاظ سے دوسرے مذہبی گروہوں کی بہ نسبت تم سے زیادہ قریب ہیں، کیونکہ ان کے پادری اور راہب (Monks) کبر و نخوت سے دُور رہتے ہیں۔ (المائدہ:۸۲)

یاد رہے کہ اٹلی میں سابق پاپائے اعظم نے یوروپ میں مسیحیوں اور جدید مسلم شہریوں میں ہم آہنگی پیدا کرنے کے لیے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔ حتیٰ کہ سیکولر سیاسی رہنماؤں نے بھی اس میدان میں قابلِ تقلید نمونے چھوڑے ہیں۔ فرانس کے سابق صدر متراں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے عہد میں پیرس میں ایک عرب نوجوان نے بعض غیر ذمہ دار لوگوں سے بھاگ کر دریا کی موجوں میں پناہ لی تھی، اس مقام پر صدر متراں نے آ کر مرحوم عرب کی یاد میں پھول برسائے تھے۔ اس قسم کے کئی ایمان افروز واقعات خاکسار کے علم میں ہیں۔ یہاں اس بات کا ذکر دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ خاکسار ۱۹۸۴ء میں شیکاگو یونیورسٹی میں تھا اور جمعہ کے روز یونیورسٹی کے مسلم اساتذہ وطلبہ چرچ کی عمارت میں ڈاکٹر مرحوم فضل الرحمان کی امامت میں نمازِ جمعہ پڑھتے تھے۔ (۱)

واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیحؑ نے نہ صرف اپنے عزیزوں یا دوستوں سے پیار اور محبت کرنے کا حکم دیا۔ بلکہ اپنے دشمنوں سے بھی نفرت نہ کرنے کا حکم دیا۔ اس برتاؤ کا حکم مردانِ راہِ خدا نے ہمیشہ مسلمانوں کو بھی دیا ہے۔ سعدی نے اسی حقیقت کو اپنے الہامی شعروں میں یوں بیان کیا ہے:

شنیدم کہ مردانِ راہِ خدا　　دلِ دشمناں ہم نہ کردند تنگ
ترا کے میسر شود این مقام　　کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

اس بات سے شاید ہی کوئی اختلاف کرے کہ انجیل اور قرآن مجید انسان کو صحیح معنی میں انسان بننے کے لیے خدا سے تعلق قائم کرنے، اس کی مخلوق کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیتے ہیں کیوں کہ نیکی اور سچائی کی راہ پر چل کر انسان ایک بھرپور زندگی بسر کر سکتا ہے۔ لیکن اس حقیقت کو جاننے کے باوجود انسان کا نفس اسے اس طرف آنے نہیں دیتا۔

لیکن یہ بھی واقعہ ہے کہ اپنے نفس سے لڑنا اور اس پر قابو پانا زندگی کا مشکل ترین مسئلہ ہے جو لوگ اپنے نفس پر قابو پانے اور خدا تک پہنچنے میں جدوجہد سے کام لیتے ہیں، ''بے شبہ خدا ان پر اپنی راہوں کو کھول دیتا ہے'' اور کامیابی ان کا مقدر بن جاتی ہے۔ لیکن جو

(۱) اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل کتابیں دیکھیے: ''اس بات کا اعتراف کہ روحانی رشتے ہمیں جوڑتے ہیں'' (Recognize the spiritual bonds which unite us)، ویٹیکان، روم، ۱۹۹۴ء۔ نیز ملاحظہ ہو "Muslims and Christians in Europe"، چند مقالات جو مسیحی رہنما جان سلومپ (Slomp) کے اعزاز میں لکھے گئے، Kempen، ۱۹۹۳ء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لوگ مختلف اسباب کی بناء پر اپنے خلاف جنگ کرنے میں ناکام رہتے ہیں تو پھر وہ کبھی کبھار سفلی خواہشوں کے غلام بھی بن جاتے ہیں، بڑے سے بڑے پاپ اور گناہ کرنے سے بھی نہیں ڈرتے اور اُن کے لیے مذہب کی سیدھی راہ پر چلنا دشوار ہو جاتا ہے۔

ابوالکلام آزاد کا کہنا ہے کہ ''ایشیا میں پالیٹکس مذہب کی آڑ میں رہا ہے اور ہزاروں خوں ریزیاں جو پولیٹیکل اسباب سے ہوتی ہیں، انہیں مذہب کی چادر اُڑھا کر چھپایا گیا ہے۔'' نیز یہ کہ ''تاریخ عالم کی سب سے بڑی ناانصافیاں میدانِ جنگ کے بعد عدالت کے ایوانوں میں ہی ہوئی ہیں۔ دُنیا کے مقدس بانیانِ مذہب سے لے کر سائنس کے محققین تک کوئی پاک اور حق پسند جماعت نہیں جو مجرموں کی طرح عدالت کے سامنے کھڑی نہ کی گئی ہو۔''

ادھر ایک عرصہ سے ہماری اجتماعی زندگی متعدد بیماریوں کا شکار ہے۔ کہیں وہ نفرت اور تنگ نظری کا شکار ہے، کہیں اسے رشوت اور قانون شکنی کا سامنا ہے۔ کہیں سیاسی جلسے آتشیں تقریروں سے گرم جاتے ہیں۔ کہیں غریب عوام مہنگائی کے ہاتھوں تڑپ تڑپ اُٹھتے ہیں۔ ان حالات میں ایک مذہبی یا سیاسی رہنما کا فرض ہے کہ وہ ان غریبوں کی سطح پر اُتر کر ان کے مسائل سنے اور سنجیدگی سے اُن کا حل ڈھونڈے۔ یہ غریب، مسلمان ہوں، مسیحی، ہندو ہوں یا کسی مذہب کے پیرو، ان کے ذہنی، معاشی اور سماجی مسائل کا حل کرنا ایک پیغمبرانہ کام ہے۔ برصغیر ہند و پاک و بنگلہ دیش میں پس ماندہ اقوام مثلاً اچھوتوں کو سماج کا ایک صحت مند ممبر بنانے کے لیے جہاں بعض مسلمانوں نے انفرادی طور پر کام کیا ہے، وہاں گاندھی جی اور کیتھولک چرچ نے ایک پروگرام کے تحت صدیوں سے غربت اور نفرت کی چکی میں پسنے والی بدنصیب مخلوق کو سہارا دیا اور سوسائٹی میں باوقار زندہ رہنے کا حق دیا۔

کہا جاتا ہے کہ حکومت مفادِ عامہ کے لیے جو بھی تعلیمی یا معاشی منصوبے بناتی ہے، ان منصوبوں سے متعلق میزانیہ کا ایک بڑا حصہ مختلف ناموں سے خرد برد کی نذر ہو جاتا ہے۔ اب ہمارے معاشی یا تعلیمی مسائل حل ہوں تو کیسے؟ مالی خیانت اور کرپشن پر قابو پانا آج ہماری اجتماعی زندگی کے لیے سب سے بڑا چیلنج ہے۔ دیکھیے کہ اس چیلنج کو قبول کرنے کے لیے کون

© rasailojaraid.com

میدان میں اترتا ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ سوسائٹی میں وسیع پیمانے پر جو بدنظمی پائی جاتی ہے وہ دراصل بہ قول افلاطون ہماری ژولیدگیٔ فکر کی ترجمان ہے۔ بے شبہ ذہن اور اظہارِ رائے کی صفائی فکری زندگی کی سب سے بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ ہمیں اپنی سیاست اور معیشت کی اصلاح اور موجودہ معاشی مشکلات سے نجات حاصل کرنے کے لیے ریاست کو صحیح معنی میں جمہوری، فلاحی اور اخلاقی ریاست بنائے بغیر چارہ نہیں۔ ہمیں آج ہر طرف سے دکھوں نے گھیر رکھا ہے۔ ان سے نجات کی راہ صرف اور صرف یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو سچائی کے حوالے کر دیں اور بڑی بے رحمی سے اپنا محاسبہ کرنے کے بعد بندگانِ خدا کے اخلاقی معاشی مسائل کا حل تلاش کریں۔ لیکن ہم یہ مقام جاگیردارانہ نظام کی ہر شکل اور بددیانتی (Corruption) کی ہر صورت کو ختم کیے بغیر حاصل نہیں کر سکتے۔ چنانچہ مسلم اور مسیحی مذہبی رہنماؤں کا فرض ہے کہ وہ غریب عوام کے مسائل کو حل کرنے کے لیے باہمی تعاون سے کام لیں کیونکہ دونوں مذاہب کی روحانی روایات کا کہنا ہے کہ جو ''خدا سے محبت کرنا چاہتا ہے، اُسے چاہیے کہ اس کے بندوں سے پیار کرے۔''

ہمیں اپنی اجتماعی اور سیاسی زندگی کا گہری نظر سے مطالعہ کرنا چاہیے۔ حقیقت یہ ہے کہ 'جدید دنیا کا بحران' ایک اخلاقی بحران ہے، جس پر قابو پانے کے لیے ہمیں اپنے نظامِ تعلیم کو بھی ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنا ہوگا، کیا ہمارا موجودہ نظام واقعی ہمارے طالب علموں کی تخلیقی، فکری اور اخلاقی صلاحیتوں کو بیدار کرتا ہے؟ 'فھل من مدّکر'؟

رشید احمد (جالندھری)

© rasailojaraid.com